حنیف احمد محمود۔برطانیہ

تقریر

(وہ)اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم:97)

یقیناًوہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن کے لئے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔

وہ ہو اسیروں کا بھی رَستگار
ہے اُن کے لئے مژدہ کردگار
لگا جلد بڑھنے وہ ماہِ مبیں
جو سب پیشگوئیاں تھیں پوری ہوئیں

سامعین! مجھے آج آپ حاضرین سے پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت **(وہ)اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا** پر گفتگو کرنی ہے۔

لفظ رَستگار کا صحیح تلفظ اور اسیر کے معانی

سامعین! اصل مضمون کی طرف آنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زیر عنوان میں رَستگار کا تلفظ اور معانی بتادیے جائیں۔ محترم شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ تحریر کرتے ہیں کہ

1. یہ لفظ رَستگار۔ راکے زبر سے ہے۔ راکے پیش سے اسے رُستگار بولنا یا لکھنا غلط ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے۔ رستن۔ رہاہونا۔ نجات پانا۔ رَست۔ ماضی۔ گار۔ علامت اسم فاعل بمعنی والا یا لائق۔ پس رَستگار بمعنی چھوٹنے والا یا چھوٹنے کے لائق۔
2. رُستن راکے پیش سے بمعنی اُگنا۔ اس سے رُستگار نہیں آتا۔ البتہ رَستن خیز اور رُستن خیز (رہاہونا۔۔اٹھنا) بمعنی قیامت دونوں طرح درست ہے۔ لیکن رَستگار راکے زبر سے ہی درست ہے نہ کے پیش سے۔

(الفضل،7 جنوری 1966ء۔روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

یہاں اسیروں کی رَستگاری کے مضمون کو آسان فہم بنانے کے لئے اسیر کے معانی بھی جاننا ضروری ہے۔ اسیر عربی زبان میں اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو جنگ میں مغلوب ہو کر فاتح دشمن کے ہاتھ میں لگ گیا ہو اور دشمن کو اختیار ہو کہ وہ اس سے جیسا سلوک چاہے کرے۔ جہاں اور جیسے چاہے رکھے جو کام اس سے چاہے لے کیونکہ جو شخص اپنے کسی قومی یا اخلاقی جرم کی پاداش میں قید خانہ میں ڈالا جاتا ہے اُسے مسجون کہتے ہیں جو سِجن سے مُشتق ہے۔

سامعین!

20 فروری 1886ء کی پیشگوئی جو عُرفِ عام میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم ہے جس کے اصل اور حقیقی مصداق سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پیشگوئی کی 52 علامات میں سے جس علامت پر مجھے فی الوقت روشنی ڈالنی ہے اس کی طرف پیشگوئی کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ”اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوگا“

سامعین کرام! ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمان باوجود بہت بڑی تعداد میں ہونے کے مغلوب ہو جائیں گے اور عیسائی ان پر غالب آجائیں گے۔ صحابہ کرام نے یہ بات سن کر دریافت فرمایا کہ حضورؐ! مسلمان باوجود کثیر التعداد ہونے کے مغلوب ہو جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں! لیکن یہ کثرت ایسی ہی ہوگی۔ جیسے سیلاب کے سامنے خس وخاشاک! پھر فرمایا کہ جب صلیب کا غلبہ ہو جائے گا۔ تو مسیح موعود آکر صلیب کو توڑ دے گا اور اسلام کو دوبارہ زندگی مل جائے گی اور مغلوب ہو جانے کے باوجود غالب آجائے گا اور مسلمان اس کے ذریعہ نجات پائیں گے۔

(صحیح البخاری،كِتَاب الْمَظَالِمِ، بَابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ)

قرآن شریف میں اِن امور کا ذکر حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء:97) اور وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (الکھف:100) کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

اِس پیشگوئی کے مطابق سولہویں صدی عیسوی تک اسلام اپنے کمال عروج اور شان و شوکت کو پہنچ گیا تھا کہ مکہ مکرمہ اس کا مرکز تھا اور غرب و شرق میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں پانچ وقت بلند و بالا میناروں سے گونجتی تھیں اور ساری زمین وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا کا مصداق بنی ہوئی تھی اور نورِ خدا ایسے رنگ میں چمک رہا تھا کہ یورپ، ایشیا و افریقہ سب ہی منور تھے اور اسلام کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ اہل مشرق کا مذہب ہے یا اہل مغرب کا اور دنیا لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ کی عملی تصویر نظر آتی تھی۔ لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کچھ ایسا تغیر مسلمانوں پر آنا شروع ہوا کہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک سب اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے مغلوب ہوگئے اور یورپ کی عیسائی حکومتیں اِن پر مسلط ہوگئیں۔ دنیا میں ہندوستان کیا، اور انڈونیشیا کیا جن کا سواد اعظم مسلمان تھا۔ مگر یہ ملک بھی عیسائیوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ براعظم افریقہ بھی انیسویں صدی کے آخر تک اسیر اہل مغرب ہوگیا تھا۔ کسی جگہ بیلجیئم قابض تھا۔ کسی جگہ فرانس، کسی جگہ پر جرمن، کسی جگہ پر اٹلی اور کسی جگہ پر انگریز نے قبضہ جمالیا تھا اور یہ سب ممالک یکے بعد دیگرے اسیر فرنگ ہوگئے اور براعظم افریقہ پچاس ملکوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس کا سونا، لوہا، پیتل اور دیگر دھاتیں یورپ کو جانے لگیں تھیں اور اس کے لاکھوں باشندے غلام ہوکر امریکہ و یورپ و مشرق بعید میں یورپین اقوام کی کھیتی باڑی کرنے کے لئے بکھر گئے۔

سامعین! جہاں تک اسیروں کی رَستگاری کا تعلق ہے اس میں روحانی اسیر اور جسمانی اسیر کی رَستگاری مراد ہے۔ مَیں اپنی تقریر میں پہلے روحانی اسیروں کی رہائی کا ذکر کروں گا پھر جسمانی اور مادی اسیروں کی رہائی کا ذکر ہوگا۔

روحانی اسیروں کی رہائی

روحانی معنوں میں اسیری سے رَستگاری کو اگر مختصر الفاظ میں بیان کرنا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاشرہ جس طرح بدعات، رسومات، لغویات اور غیر اسلامی تعلیمات میں جکڑا پڑا ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ شادی بیاہ، فوتیدگی یا دوسرے مواقع پر بجالائی جانے والی بدعات و رسومات نہ کیں تو معاشرہ میں ناک کٹ جائے گی اور لوگ کیا کہیں گے گویا اللہ کے مقابل پر یا اللہ کے سوا بدعات اور رسومات کو خدا بنالیا ہے تو اِسے رسومات اور بدعات کی اسیری کہیں گے اور ان سے آزاد کروانا روحانی رَستگاری کہلائے گی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے 52 سالہ مبارک اور تاریخ ساز دور میں اپنے خطبات، خطابات، تقاریر اور درس و تدریس کے ذریعہ احباب و خواتین کی مسلسل رہنمائی فرمائی، تحریکات کیں، بعض اوقات اِن کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور اپنی شبانہ روز دعاؤں سے احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ ذیلی تنظیموں کا جال بھی اِسی اسیری سے رہائی اور خلاصی دلوانے کے لئے پھیلایا۔ لہٰذا آپؓ اِن روحانی معنوں میں اسیروں کی رَستگاری کا مُوجب ٹھہرے۔ اِس اہم امر کی طرف آپؓ کا لقب "مصلح موعود" دلالت کرتا ہے جس کے معانی اصلاح کرنے کے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ آپؓ نے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اور غلطی کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے رکھا اور احبابِ جماعت نے بھی کمال درجہ کی اطاعت کا مظاہرہ کرکے نہ صرف اپنی اصلاح کی بلکہ اپنے اہل خانہ کی تعلیم و تربیت عین اُن اصولوں اور ارشادات کے مطابق کی جو حضرت مصلح موعودؓ نے گاہے بگاہے جماعت کے سامنے رکھے۔ جب تمباکو کی ممانعت کی بات مخلصین جماعت نے اپنے پیارے امام کی زبان سے سنی تو اپنے حُقّے توڑ ڈالے۔ جب سینما گھروں میں فلموں کی ممانعت کی بات ہوئی تو نوجوانوں نے فلمیں نہ دیکھنے کی قسم کھالی اور شادی بیاہ پر سادگی اختیار کرنے کی بات پر وفاشعار عورتوں نے اپنی بچیوں کو نہایت سادگی سے بیاہ کر باقی ماندہ رقم کو تحریکِ جدید میں دے دیا اور یوں اِن لایعنی، فضول اور غیر اسلامی حرکات و سکنات کی اسیری سے رہائی پائی اور حضرت مصلح موعودؓ روحانی معنوں میں اسیروں کی رَستگاری کا مُوجب ٹھہرے۔ اِسی جہاد کو بعد میں آنے والے خلفاء نے جاری رکھا۔

اسیر نفس ہوئے جس کے فیض سے آزاد
یہی وہ نور ہے جس کی خدا نے دی تھی خبر

سامعین! اور جہاں تک مسلمانوں سے باہر دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیوں کی اسلام کے خلاف یلغار کا تعلق ہے اُس میں یہ برملا کہا جا سکتا تھا کہ عیسائی پادری مسلمانوں کو بڑی تعداد میں بپتسمہ دے کر اپنا اسیر بنا رہے تھے اور عیسائی پادری فتح کے نقارے بجاتے ہوئے یورپ سے افریقہ، ایشیا اور مشرق بعید کا رُخ کر چکے تھے اور چند ہی دہائیوں میں مغرب کی ترقی یافتہ عیسائی طاقتوں نے ایشیا، افریقہ اور مشرقِ بعید کے بیشتر علاقوں کو اپنے زیرِ نگیں لا کر اور وہاں کے کروڑوں باشندوں کی آزادی سلب کرکے انہیں خود اپنے وطنوں میں سیاسی لحاظ سے اسیر بنا رکھا تھا اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کر رہے تھے کہ بیسویں صدی عیسائیت کے غلبہ کی صدی ہوگی۔ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی حرم کعبہ میں بھی جا داخل ہوگی۔ اس ضمن میں برصغیر کے مشہور و معروف امریکی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کے بلند بانگ دعاوی کے دو اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے عیسائی منادوں کے عزائم کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر بیروز عیسائیت کو پانی سے تشبیہ دے کر غلبہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک لیکچر میں کہتا ہے:

"عیسائی تہذیب کا پانی عرصۂ دراز سے یورپ اور امریکہ کی بلند و بالا سرزمین میں جمع ہو رہا تھا اور اب وہ پانی ایک طوفانی دریا کی شکل میں افریقہ کے پیاسے صحراؤں اور ہندوستان کے میدانوں کی طرف نیز عیسائیت کی وسعت پذیر سلطنتوں کے دیگر نئے مفتوحہ علاقوں کی طرف زور و شور کے ساتھ بہہ نکلا ہے۔ ہم میں سے بعض کے نزدیک اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا شور حزقیل نبی کے اس مکاشفہ کے ازسرِ نو پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس میں اسے ایک مقدس دریا دکھایا گیا تھا۔ یہ مقدس دریا اب آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ مشرقی ممالک (یعنی افریقہ) کا رخ بھی کرے گا حتیٰ کہ سمندروں کے کڑوے پانیوں کو بھی میٹھا کر دکھائے گا۔"

(بیروز لیکچر صفحہ 23)

پھر اسی لیکچر میں کہتا ہے۔

”وہ تمام ترقی جو انیسویں صدی میں عیسائیت کو نصیب ہوئی ہے وہ بہت سے مسیحیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنی مقدر ہیں۔“

(بیروز لیکچر صفحہ 23)

یہ ممکن ہے اسیروں کے جہاں میں رُستگار آئیں
مگر محمود کی فرمانروائی پھر نہ آئے گی
بہاریں اور بھی آتی رہیں گی اِس گلستاں میں
مگر بلبل کی یہ رنگیں نوائی پھر نہ آئے گی

سامعین! ان تکلیف دہ حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ محترم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بنیادوں پر غلبہ اسلام کی عظیم الشان عمارت تعمیر کرنی شروع کی اور عیسائیت کو ہندوستان کی سرزمین میں شکست فاش دے کر اقوام شرق و غرب تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کا عزم لے کر مبلغین کے ساتھ کامیاب یلغار کی کہ عیسائی مناّدوں کو لینے کے دینے پڑ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس اولوالعزم فرزند یعنی حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اللہ کی مدد اور تعاون سے کایاپلٹ کر رکھ دی اور عیسائیت کی طرف بہتا ہوا دریا کا رُخ یکلخت اسلام کی طرف بہنے لگا۔ اُس وقت چرچ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ کا جو کام عالمی سطح پر وہ عیسائی سلطنتوں کی سرپرستی اور بے پناہ مادی وسائل کے بل پر انجام دے رہا ہے اس پر پانی پھیرنے کے لئے ایک چھوٹی سی جماعت کے سرفروش مجاہد انتہائی کسمپرسی کے باوجود اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ وہ نہتے اور تہی دست ہوتے ہوئے بھی زمین کے کناروں تک جا پہنچیں گے اور نہ صرف یہ کہ کہیں بھی عیسائیت کے قدم جمنے نہیں دیں گے بلکہ اقوام عالم کی سعید روحوں کو احمدیت کا والہ وشیدا بنا کر اسیری سے ان کی روحانی رُستگاری کا موجب بنتے چلے جائیں گے۔

سامعین! جہاں تک ساری دنیا کے روحانی اسیروں کو رہائی دلا کر انہیں احمدیت کی عافیت بخش حِصار میں لانے کا تعلق ہے اس کے لئے بے شک مالی وسائل اور افرادی قوت کا ہونا ضروری ہے لیکن اس اہم اور عظیم الشان کام کی انجام دہی کا دارومدار مالی وسائل اور افرادی قوت سے کہیں بڑھ کر کارکنوں کے جذبہ اخلاص و وفا اور خدمت و فدائیت پر ہے۔ جان و مال، وقت، عزت و آبرو اور عزیز و اقارب کو قربان کرنے کے جذبۂ بے پناہ کے بغیر حق کو دنیا میں غالب کرنے کا انتہائی کٹھن کام انجام دیا ہی نہیں جاسکتا۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم الشان کارنامہ ہی یہ ہے کہ آپؓ نے اپنی خداداد قوت قدسیہ کی مدد سے افرادِ جماعت میں قربانی کے جذبہ کو اس شان سے ابھارا کہ وہ خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جماعت کے نوجوانوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو نبھاتے ہوئے آپ کی آواز پر خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل سے کام نہیں لیا اور یوں دنیا بھر کے اسیروں کی رُستگاری کی راہ ہموار کرتے چلے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عیسائی مناد عیسائیت کے غلبے کے اعلانات کرتے دکھائی دیتے تھے اور اب مغربی دنیا کے اخبارات عیسائی ممالک میں احمدی مبلغین کی آمد اور احمدیہ مشنوں کے قیام کو خطرہ کی گھنٹی قرار دے کر عجیب و غریب خدشات کا اظہار کرنے لگے۔ انہوں نے یہاں تک لکھا کہ یہ جماعت اور اس کی سرگرمیاں چرچ کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جیسے 1980ء میں سوئٹزرلینڈ کے اخبار Freldenker میں ایک مضمون نگار نے لکھا:

”آج اسلام جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے۔ وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم و نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خم دار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہمارے زمانہ میں اسلام کا حملہ ان مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے روکنا آسان نہیں ہے۔ ان دونوں براعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جا رہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور ان کی زندگی کو تلخ کرنے کا موجب بنی ہوئی ہے۔ مزید بر آں اسلام اپنی ان کامیابیوں پر جو اسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کے ساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے وہ اس طرح کہ یہاں ہمارے درمیان اس کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ کلیسیا اس صورت حال پر بہت پریشان ہے اور اسے وہ اپنے لئے ایک چیلنج تصور کرتا ہے۔“

حضرت مصلح موعودؓ کا قائم کردہ اشاعت احمدیت کا مستحکم نظام اس وقت سے مسلسل ترقی کرتا چلا آرہا ہے اور اب خلافتِ خامسہ میں 220 سے زائد ممالک میں ایسا مستحکم ہو گیا ہے جس پر قرآن کریم میں درج شجرہ طیبہ کی مثال پوری اُترتی اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ والی آیات میں بیان مومنوں کی علامات کے یہ لوگ وارث ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کے آخری ایام 1965ء تک صرف 45 سے زائد ممالک میں احمدیت کا نور پھیلا تھا۔

سامعین کرام! اِس ساری صورتِ حال اور احمدیت کی طرف بڑی تیزی سے بہتی کامیابی کی کشتی کو دیکھ کر انگلستان کے رسالے ”ایسٹرن ورلڈ“ نے اپنے دسمبر 1961ء کے شمارہ میں لکھا:

”اندریں حالات اس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اسی طرح نمایاں طور پر پھولے پھلے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادین ثقافت کے زیر اثر آجانے کی وجہ سے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تحریک اسلام کو اس طور سے پیش کرتی ہے کہ جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پھر وہ اسلام کی آخری فتح کے بارہ میں نہایت درجہ پُراعتماد ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت ان نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذبِ نظر ثابت ہو سکتی ہے جو اصلاح احوال کے پیش نظر نئے انداز فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں“

دنیاوی اسیروں کی رہائی

سامعین! اب مَیں اسیروں کی رَستگاری کے دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں اور وہ ہے جسمانی یا دنیاوی اسیروں کی رہائی کا پہلو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں حضرت مصلح موعودؓ لاکھوں لاکھ روحانی اسیروں کی رَستگاری کا موجب ہوئے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ کروڑوں کروڑ جسمانی اسیروں کی رَستگاری کا سامان بھی کر دکھایا۔

1945ء میں دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر افریقہ اور ایشیا کے ممالک مغربی طاقتوں کے غلبہ و تسلط سے آزاد ہونے لگے اور اسی جنگ نے اسیروں کی رہائی کے سامان پیدا ہونے کی بنیاد رکھ دی اور اس طرح وہاں کے کروڑوں باشندوں کو جو صدیوں سے مغربی طاقتوں کے سیاسی اور جسمانی طور پر اسیر چلے آرہے تھے رَستگاری ملتی چلی گئی۔ سب سے پہلے برصغیر جو مصلح موعود کا مولد و مسکن تھا آزاد ہوا اور بھارت و پاکستان کی دو آزاد خود مختار مملکتیں معرض وجود میں آئیں۔ اس کے بعد ایشیا میں یکے بعد دیگرے برما، سیلون، انڈونیشیا، ملایا وغیرہ آزاد ہوئے۔ اُدھر افریقہ میں آزادی کی ایسی زبردست رو چلی کہ ایک دو نہیں بلکہ دو درجن سے زائد ملکوں میں سے مغربی طاقتوں کے اقتدار کی صف لپٹ کر رہ گئی۔ چنانچہ الجیریا، لیبیا، مصر، سوڈان، تیونس، مراکش، ماریطانیہ، سینیگال، گنی، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، کیمرون، چاڈ، سنٹرل افریقین ری پبلک، کانگو، ٹانگانیکا، یوگنڈا، کینیا، صومالیہ، گیمبیا، زنجبار، آئیوری کوسٹ، ٹوگولینڈ، ڈاہومی، مالی، آئر وولٹا، نائیجر، اتھوپیا (یہ بھی اٹلی سے آزاد ہوا) صومالی لینڈ، گابان، مالاگیسی یکے بعد دیگرے آزادی سے ہمکنار ہوتے چلے گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو بھی میرے ذریعہ سے پورا کیا اول تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ ان قوموں کو ہدایت دی جن کی طرف کسی کو کوئی توجہ ہی نہیں تھی اور وہ نہایت پست حالت میں تھیں وہ اسیروں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔“

(الموعود صفحہ 155)

سامعین! آپؓ نے اس سیاہ رنگ کے بسنے والے براعظم کو اسلام کی سنہری شعاعوں سے منور کرنے کے لئے سعی فرمائی۔ افریقہ کے یہ افریقن باشندے اسیروں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اور کسی افریقن کی مجال نہ تھی کہ وہ ”سفید آدمی“ کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ مگر اسیروں کے رَستگار محمود کے عہد میں اِن کو دنیاوی اسیری سے رہائی دلوا کر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسیری میں لا کر حمدِ الٰہی کے ترانے گانے لگے۔ مغربی طاقتوں نے بادشاہتوں کے نظام سے جمہوریت کی طرف سفر اختیار کر کے اسیری سے رہائی پائی۔ الغرض ایک عظیم الشان انقلاب کے ذریعہ ان علاقوں میں عیسائی طاقتوں کا سیاسی اقتدار ختم ہونے سے عیسائیت کا اثر و نفوذ زائل ہونے لگا اور حضرت مصلح موعودؓ کے قائم کردہ مشنوں کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہوتی چلی گئی۔ بالخصوص افریقہ سے عیسائیت کی رخصتی کے حوالے سے مشہور امریکی سیاح مسٹر ولارڈ پرائس نے افریقہ کا وسیع دورہ کے بعد اپنی کتاب Incredible Africa page 190 میں عیسائیت کے لئے وہاں پیدا ہونے والے خطرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

”برخلاف اس کے (یعنی عیسائیت کے روبہ زوال اثر کے برعکس) اسلام افریقہ میں عیسائیت کی نسبت تین گنا زیادہ تیز رفتاری سے پنپ رہا ہے۔ باہر کے کسی مذہب کو قبول کرنے کا سوال ہو تو اہل افریقہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ وہ اس بارہ میں (احمدیوں) کی طرف رجوع کریں جن کا بجز اپنے مذہب کی اشاعت کے افریقہ کے ساتھ اور کوئی مفاد وابستہ نہیں۔ یورپین آبادکاروں کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں بائبل تو دیتے رہے لیکن ساتھ کے ساتھ اس کے عوض میں ہمیں ہماری زمینوں سے محروم کرتے رہے۔ عیسائی منادبلی گراہم نے افریقہ کے دورہ سے واپس آکر وہاں عیسائیت کے زوال کی پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب افریقہ میں عیسائیوں کو جان بچانے کے لئے غاروں اور زمین دوز خفیہ مقامات میں پناہ لینی پڑے گی۔“

یوں حضرت مصلح موعودؓ کے قائم کردہ مشنوں اور آپؓ کے بھیجے ہوئے مبلغین کے ذریعہ کروڑوں سیاسی اسیروں کی رستگاری عمل میں آئی تاوہاں غلبہ اسلام کی راہ بہتر رنگ میں اَور تیزی سے ہموار ہو۔ خود یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کے عقائد باطلہ سے بیزاری کی ایک ایسی زبردست رو چلی کہ وہاں سے عیسائیت کی صف لپٹ کر رہ گئی۔ اب مغرب میں جو کبھی عیسائیت کا گڑھ کہلاتا تھا لوگ محض برائے نام عیسائی کہلاتے ہیں ورنہ عیسائیت پر سے ان کا ایمان اٹھنے لگا ہے اور لوگوں نے گرجوں میں عبادت کے لئے آنا ترک کرنا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے گرجوں کی عمارتیں ویران اور غیر آباد ہونے کے باعث بڑی کثرت سے فروخت ہو رہی ہیں اور کئی چرچ مساجد میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال پر ہالینڈ کے شہر دی ہیگ سے شائع ہونے والے ایک اخبار ہیونگلی (Zwingli) نے اپنی 26 ستمبر 1968ء کی اشاعت میں ایک پروٹسٹنٹ مناد ڈاکٹر جے۔ ایف۔ وی۔ وورڈن (Dr.J.F.V. Woerden) کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

”کیا اب سے پچاس سال بعد ایک چرچ بھی باقی رہ جائے گا؟ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو گردوپیش رونما ہو رہے ہیں۔ مَیں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں ..... کلیسیائی نظام ڈگمگاتا ہوا نظر آرہا ہے اور اس میں تزلزل کی یہ کیفیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔“

سامعین! اِس کے علاوہ پاکستان کی آزادی ہو یا فلسطین کی آزادی کا معاملہ ہو۔ کشمیری مظلوم لوگوں کا مسئلہ ہو یا عرب ریاستوں کی آزادی کا قصہ ہو ہر جگہ ہر معاملہ میں آپؓ نے مخلصانہ اور بارآور کوششیں فرمائیں۔ آپؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”غرض کشمیر کے لوگوں کو جو کچھ ملا وہ میری جدوجہد کے نتیجہ میں ملا“

حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں پاکستان اور کشمیر کی آزادی میں جماعت احمدیہ کی قربانیوں اور کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے حکیم احمد دین صاحب صدر جماعت المشائخ سیالکوٹ لکھتے ہیں:

"اس وقت تمام جماعتوں میں سے احمدیوں کی قادیان جماعت نمبر اول پر جارہی ہے وہ قدیم سے منظم ہے... قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ہاتھ بہت کام کرتا تھا۔ جہاد کشمیر میں مجاہدین آزاد کشمیر کے دوش بدوش جس قدر احمدی جماعت نے خلوص اور درددل سے حصہ لیا ہے اور قربانیاں کی ہیں ہمارے خیال میں... کسی دوسری جماعت نے... ابھی تک ایسی جرأت اور پیش قدمی نہیں کی۔"

(رسالہ قائد اعظم بابت ماہ جنوری 1949ء)

سامعین! آج تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ ہم جہاد کے خلاف ہیں اور کشمیریوں کے خلاف ہیں لیکن جو کوششیں حضرت مصلح موعودؓ نے کی تھیں مَیں ان کے بارہ میں کچھ بتاتا ہوں۔ تحریک آزادی کشمیر آپؓ نے شروع کی تھی کیونکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا سہرا آپؓ کے سر پر ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے مسلم لیڈر سر ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی، سید حبیب مدیر اخبار "سیاست" وغیرہ شامل ہوئے اور ان سب کے مشورہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اس کمیٹی کا صدر چنا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشمیری مسلمان جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے ان کو آزادی دلوائی گئی۔ مسلم پریس نے حضرت مصلح موعودؓ کے ان شاندار کارناموں کا اقرار کیا اور آپؓ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

"جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا۔ انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔"

(اخبار سیاست 18/مئی 1933۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

سامعین! عبد المجید سالک صاحب تحریک آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"شیخ محمد عبد اللہ (شیر کشمیر) اور دوسرے کارکنان کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے بعض کارپردازوں کے ساتھ... اعلانیہ روابط رکھتے تھے اور ان روابط... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریک کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنان کشمیر طبعاً ان کے ممنون تھے۔"

(ذکر اقبال صفحہ 188۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289)

سید حبیب صاحب جو ایک معروف صحافی تھے اور اخبار "سیاست" لاہور کے ایڈیٹر تھے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبر بھی تھے جب حضرت مصلح موعودؓ نے کمیٹی سے استعفیٰ دیا تو انہوں نے اپنے اخبار میں 18 مئی 1933ء کی اشاعت میں لکھا کہ

"میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور مولوی برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی۔ اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ (حضرت) مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔"

(الفضل 28 مئی 1933۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون/جولائی 2008ء۔ صفحہ 323)

سامعین کرام! ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 فروری 2015ء میں حضرت مصلح موعود کی اپنی تحریرات کی روشنی میں حضور کے ہی الفاظ میں پیشگوئی کی اس علامت کو بیان فرمایا ہے۔

"وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"۔ ایک پیشگوئی یہ بھی کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو میرے ذریعہ سے پورا کیا۔ اول تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ان قوموں کو ہدایت دی جن کی طرف مسلمانوں کو کوئی توجہ نہیں تھی اور وہ نہایت ذلیل اور پست حالت میں تھیں۔ وہ اسیروں کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ نہ ان میں تعلیم پائی جاتی تھی۔ نہ ان کا تمدن اعلیٰ درجے کا تھا۔ نہ ان کی تربیت کا کوئی سامان تھا۔ جیسے افریقن علاقے ہیں کہ ان کو دنیا نے الگ پھینکا ہوا تھا اور وہ صرف بیگار اور خدمت کے کام آتے تھے۔ ابھی مغربی افریقہ کا ایک نمائندہ (وہاں آپ جلسے میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس جلسے میں مغربی افریقہ کے ایک نمائندے نے تقریر بھی کی تھی۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ) آپ لوگوں کے سامنے پیش ہو چکے ہیں۔ اس ملک کے بعض لوگ تعلیم یافتہ ہیں لیکن اندرون ملک میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو کپڑے تک نہیں پہنتے اور ننگے پھرا کرتے تھے اور ایسے وحشی لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے ذریعہ ہزارہا لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہاں کثرت سے عیسائیت کی تعلیم پھیل رہی تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں عیسائیوں کا غلبہ ہے لیکن میری ہدایت کے ماتحت ان علاقوں میں ہمارے مبلغ گئے اور انہوں نے ہزاروں لوگ مشرکوں میں سے مسلمان کئے اور ہزاروں لوگ عیسائیت میں سے کھینچ کر اسلام کی طرف لے آئے۔ اس کا عیسائیوں پر اس قدر اثر ہے کہ انگلستان میں پادریوں کی ایک بہت بڑی انجمن ہے جو شاہی اختیارات رکھتی ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے عیسائیت کی تبلیغ اور اس کی نگرانی کے لئے مقرر ہے۔ اس نے ایک کمیشن اس غرض کے لئے مقرر کیا تھا کہ وہ اس امر کے متعلق رپورٹ کرے کہ مغربی افریقہ میں عیسائیت کی ترقی کیوں رک گئی ہے۔ اس کمیشن نے اپنی انجمن کے سامنے جو رپورٹ پیش کی اس میں درجن سے زیادہ جگہ احمدیت کا ذکر آتا ہے اور لکھا ہے کہ اس جماعت نے عیسائیت کی ترقی کو روک دیا ہے۔ غرض مغربی افریقہ اور امریکہ دونوں ملکوں میں حبشی قومیں کثرت سے اسلام لا رہی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان قوموں میں تبلیغ کا موقع عطا فرما کر مجھے ان اسیروں کا رستگار بنایا ہے اور ان کی زندگی کا معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔"

پھر فرمایا کہ ”اسیروں کی رستگاری کے لحاظ سے کشمیر کا واقعہ بھی اس پیشگوئی کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے اور ہر شخص جو اِن واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی کشمیریوں کی رستگاری کے سامان پیدا کئے اور ان کے دشمنوں کو شکست دی۔“

(ماخوذ از ”الموعود“۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 614-615)

سامعین! الغرض پیشگوئی مصلح موعود کی ”اسیروں کی رستگاری“ کی علامت اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہری اور باطنی ہر دو پہلوؤں کے اعتبار سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے اندر پوری ہوئی اور آئندہ بھی اُس وقت تک پوری ہوتی چلی جائے گی جب تک کہ پوری نوع انسانی کو روحانی اسیری سے رستگاری نصیب نہ ہو جائے۔ جب وہ وقت آئے گا تو دنیا دینِ واحد پر آجمع ہو گی۔ اس وقت نوع انسانی کا ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ انقلاب عظیم خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی پیشگوئی کے بموجب آپ کے فرزندِ موعود سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے قائم کردہ عالمگیر نظام اور انتھک مساعی کا ثمرہ ہو گا۔ اِن شاء اللہ

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞